جامعۃ العلوم الاسلامیہ

بنوری ٹاؤن کراچی

اور مماتیت

ناشر: تحفظ عقائد اہل السنۃ والجماعۃ (علماء دیوبند)

سماع موتیٰ کا عقیدہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتی رحمہ اللہ

ضبط: مولانا محمد امیر بجلی گھر دامت برکاتہم

۱۹۵۶ء مقام غور غشتی ضلع اٹک احقر اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زین العابدین رحمہ اللہ (فاضل دیوبند) دن کو برکۃ العصر، عمدۃ المحدثین، زینۃ المحدثین، شیخ المشائخ، زبدۃ الصالحین، عارف باللہ، ابوذرِ زمانہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی رحمہ اللہ کے درسِ حدیث میں شریک ہوئے۔ رات کو عشاء کی نماز ہم نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی اقتداء میں پڑھی اور نماز کے بعد حضرت اپنے کمرے میں تشریف لے گئے اور احقر اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زین العابدین رحمہ اللہ اور تین چار مہمان علماء کرام جو کہ یار حسین ضلع صوابی کے تھے اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، ہم بھی کمرے میں داخل ہوئے، حضرت رحمہ اللہ نے درج ذیل باتیں ارشاد فرمائیں۔

ان علماء کرام میں سے ایک مولانا صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! ہمارے علاقہ صوابی میں ایک مولوی صاحب درسِ قرآن میں یہ کہتے ہیں کہ: سماع موتیٰ کا عقیدہ قرآن کریم کے خلاف ہے، قرآن میں سماع موتیٰ ثابت نہیں ہے۔ اور دلیل میں یہ آیت کریمہ پیش کرتے ہیں کہ: ”إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى“ کہ اے پیغمبر! آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! ان لوگوں کی باتیں میرے ساتھ مت کرو، انہوں نے ہمارے پیر و مرشد کو بدنام کر دیا ہے، ہم نے اپنے پیر و مرشد سے کبھی بھی ایسی باتیں نہیں سنی ہیں... باقی ان کا یہ استدلال غلط ہے، آیتِ کریمہ میں نفی مطلق سماع کی نہیں ہے، بلکہ سماعِ نافع و مفید کی ہے۔ پھر اس مولانا صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! وہ مولوی صاحب یہ بھی کہتے ہیں

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا کوئی علم نہیں ہے اور قبر میں روح کا تعلق بدن سے نہیں ہوتا، لہذا ثواب اور عذاب صرف روح کو ہوتا ہے، بدن کو نہیں۔ اس کے متعلق ارشاد فرمائیں۔

قبر کا عذاب وثواب برحق ہے:

ارشاد فرمایا کہ: اہلِ حق کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے، کافروں اور بعض گناہگار اہلِ ایمان کو قبر میں عذاب ہونا اور قبر میں اہلِ اطاعت کو نعمت وثواب کا ملنا اور منکر ونکیر کا سوال کرنا، یہ تمام امور برحق ہیں اور دلائل سے ثابت ہیں۔ اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ قبر میں عذاب یا ثواب اس شخص کو ہوگا جو اس کا مستحق ہو اور منکر ونکیر قبر میں میت سے سوال کرتے ہیں، اس کے رب کے بارے میں، اس کے دین کے بارے میں اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں، جیسا کہ جناب رسول اللہ ا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے اس پر احادیث وارد ہیں اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

قبر کے عذاب پر قرآن کی آیات اور احادیثِ متواترہ وارد ہیں:

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! قبر کے عذاب پر قرآن کریم کی آیات اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ متواترہ وارد ہوئی ہیں اور سلف صالحین صحابہ کرام رضی اللہ عنہ وتابعین رحمہ اللہ کا اس پر اجماع ہے اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے مولانا زین العابدین رحمہ اللہ سے فرمایا کہ: مولوی صاحب! سامنے الماری سے شرح عقائد کو اٹھالاؤ۔ مولوی صاحب نے لاکر حضرت کے سامنے رکھ دی، حضرت نے کھول کر عربی عبارت پڑھی، پھر اس کا ترجمہ کیا اور فرمایا کہ: حاصل یہ کہ عذاب وثوابِ قبر اور بہت سے احوالِ آخرت میں احادیث متواتر ہیں، اگرچہ فرداً فرداً آحاد ہیں۔

نبراس شرح" شرح عقائد":

ارشاد فرمایا کہ: یہ شرح عقائد کی شرح نبراس ہے اور پھر اس کی عربی عبارت پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا کہ شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: قبر کے عذاب وثواب اور سوال کی احادیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں، جن میں یہ حضرات بھی شامل ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ پھر ان سے اتنی قوموں نے روایت کی ہے، جن کی تعداد کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔

صحیح بخاری شریف:

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں عذابِ قبر کے باب میں قرآن کریم کی تین آیات اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ احادیث ذکر کی ہیں، جو ان پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

فتح الباری :

ارشاد فرمایا: پھر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری کو کھول کر اس کی عربی عبارت پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ: جبل العلم حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: عذابِ قبر میں ان مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ اور احادیث بھی وارد ہیں، چنانچہ ان میں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور حضرت ام خالد رضی اللہ عنہ کی احادیث تو صحیحین میں یا ان میں سے ایک میں موجود ہیں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ابن ماجہ رحمہ اللہ میں ہے اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ابن مردویہ رحمہ اللہ نے روایت کی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ عمرو رضی اللہ عنہما کی ابوداؤد میں ہیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کی احادیث نسائی میں ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث طحاوی میں ہے اور حضرت ام بشریٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث مصنف ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ میں ہے اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث مروی ہیں۔"

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! یہ قریباً تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے اسمائے گرامی ہیں، جن سے عذابِ قبر کی احادیث مروی ہیں، اس لئے قبر کے عذاب و ثواب کے متواتر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی اس تقریر کے بعد اُس مولانا صاحب نے پھر عرض کیا کہ حضرت! جب یہ ثابت ہوا کہ قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے اور یہ اہلِ حق کا اجماعی عقیدہ ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ قبر کا یہ عذاب و ثواب صرف روح سے تعلق رکھتا ہے یا میت کے جسم

عنصری کی بھی اس میں مشارکت ہے؟ اور یہ کہ اس عذاب وثواب کا محل آیا یہی حسّی گڑھا ہے جس کو عرفِ عام میں قبر کہتے ہیں یا برزخ میں کوئی جگہ ہے جہاں میت کو عذاب وثواب ہوتا ہے اور اسی کو عذابِ قبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے؟

قبر کا عذاب وثواب جسم وروح دونوں کو ہوتا ہے:

ارشاد فرمایا کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ مبارکہ کے تتبع وتلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب صرف روح کو نہیں ہوتا، بلکہ میت کے جسم وروح دونوں کو ہوتا ہے اور یہ کہ عذاب وثواب کا محل یہی حِسّی قبر ہے، جس میں مردہ کو دفن کیا جاتا ہے، پھر فرمایا کہ چونکہ یہ عذاب وثواب دوسرے عالم کی چیز ہے، اس لئے میت پر جو حالات قبر میں گزرتے ہیں، زندوں کو ان کا ادراک وشعور عام طور پر نہیں ہوتا۔

قبر کا عذاب:

ارشاد فرمایا کہ: چونکہ عذاب وثواب اسی حسّی قبر میں ہوتا ہے اور یہ کہ میت کا بدن بھی عذاب وثواب سے متأثر ہوتا ہے اور احادیث نبویہ سے بہت سے شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آواز سنی، جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔ آپ انے فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑی چیز پر نہیں ہو رہا ہے (کہ جس سے بچنا مشکل ہو) ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا، پھر آپ انے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور اس کو بیچ سے آدھوں آدھ چیرا، انہیں ایک ایک کرکے دونوں قبروں پر گاڑ دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ شاید اس عمل سے ان کے عذاب میں اس وقت تک کے لئے تخفیف ہو جائے، جب تک یہ

شاخیں خشک نہ ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! اس نوعیت کا ایک اور واقعہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں بھی منقول ہے۔

ارشاد فرمایا کہ: اس حدیث مبارک سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے عذابِ قبر کو محسوس فرمانا اور جن دو شخصوں کو عذاب قبر ہو رہا تھا، ان کی آواز سننا اور آپ اکا ان دونوں قبروں پر شاخِ خرما کا گاڑنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرنے پر یہ فرمانا کہ: شاید ان کے عذاب میں کچھ تخفیف ہو جائے جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔

ارشاد فرمایا کہ: اگر یہ گڑھا جس کو قبر کہا جاتا ہے، عذابِ قبر کا محل نہ ہوتا تو ان شاخوں کو قبروں پر نصب نہ فرمایا جاتا اور اگر میت کے بدن کو عذاب نہ ہوتا تو آپ اان دو شخصوں کی آواز نہ سنتے، اور نہ قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے عذابِ قبر کا احساس ہوتا۔

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! ہمارا اور ہمارے پیر و مرشد امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ اور ہمارے اساتذۂ کرام کا اور تمام اکابرین کا یہ عقیدہ ہے کہ متواتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ قبر میں جسم کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے اور جسم سے تعلق قائم کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کو ادراک و شعور حاصل ہوتا ہے اور اسی تعلق اور ادراک و شعور کی وجہ سے مردہ سلام و کلام وغیرہ سنتا ہے اور سماعِ موتیٰ کی حدیثیں صحیح ہیں اور اپنی حقیقت پر محمول ہیں۔ یہی جمہور شراحِ حدیث کی بھی رائے ہے۔

ایک مہمان مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! ہمارے علاقے میں ایک آدمی فوت ہوا اور لوگ اس کے لئے قبر کھود رہے تھے، ایک آدمی نے جب جبل دیوار پر مارا تو اس دیوار میں سوراخ ہو گیا، جب ان لوگوں نے سوراخ کو ذرا اور زیادہ کیا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک قبر ہے اور اس میں مردہ پڑا ہے اور اس کا کفن بالکل سفید ہے، میلا تک نہیں ہے، جب

انہوں نے کفن کو ذرا کھولا تو وہ ایک سفید ریش آدمی ہے اور اس کی داڑھی میں پانی کی بوندیں موجود ہیں تو لوگوں نے جلدی جلدی اس سوراخ کو مٹی گارے سے بند کر دیا۔

ارشاد فرمایا کہ: عزیزو! اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں، اپنی قدرت کی نشانیاں اپنے بندوں کو کبھی کبھی دکھا دیتے ہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت! میں ایک واقعہ سنادوں؟ ارشاد فرمایا کہ بالکل سنادو۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت! دو سال پہلے ۱۹۵۴ء میں افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ خان نے سنگِ مرمر کی دو قبریں پاکستان کی حکومت کو بھیجیں کہ ان کو مشہور شاعر خوشحال خان خٹک اور حضرت عبد الرحمن بابا رحمہ اللہ کی قبروں پر لگادیں۔ تو عبد الرحمن بابا رحمہ اللہ کی قبر کو جو مستری بنا رہا تھا، وہ ہمارے محلے ساربانان رامداس بازار میں رہتا تھا، اس نے مجھے عشاء کی نماز کے بعد بتایا کہ صبح کو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ عبد الرحمن بابا رحمہ اللہ کی قبر کو بنائیں گے، تم بھی آجاؤ۔ میں دارالعلوم سرحد میں مدرس ہوں۔ گیارہ بجے جب میں سبق سے فارغ ہوا تو ایک طالب علم سعید احمد بنوری کو اپنے ساتھ سائیکل پر بٹھایا اور دونوں عبد الرحمن بابا رحمہ اللہ کے مزار پر چلے گئے، جب ہم دونوں وہاں پہنچے تو مزدور قبر مبارک کے ساتھ لحد کو کھود رہے تھے، میں نیچے اترا اور اس طالب علم اور ایک مزدور کو بھی لیا اور قبلہ کی طرف لحد میں سوراخ کر لیا، پھر میں نے اس سوراخ کو ذرا بڑا کر دیا، اندر جب میں نے دیکھا تو اندر مردہ پڑا تھا۔

میں نے اس طالب علم اور مزدور کو کہا، تم دونوں میرا ایک ہاتھ اور پاؤں پکڑ لو اور میں نے ہاتھ اندر کیا، چہرے پر ہاتھ پھیرا، آنکھوں کو کھولا، ہاتھ پر ہاتھ پھیرا، سینے پر ہاتھ مارا، داڑھی میں ہاتھ پھیرا، ہونٹوں کو کھولا، دانتوں کو دبایا، بالکل تروتازہ بدن تھا، زلفوں کا ایک گچھا ایک کاندھے پر پڑا تھا اور دوسرا دوسرے کاندھے پر۔ تقریباً دس بارہ منٹ میں نے یہ نظارہ کیا اور پھر باہر نکلا، اوپر جب میں چڑھا اور سن دیکھا تو کتبہ پر سن وفات جو لکھا ہوا تھا، اس کے مطابق وفات کو (316) تین سو سولہ سال ہو چکے تھے۔ ارشاد فرمایا: اللہ اکبر! یہ نیک لوگوں کی شان ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! یہ قصہ جو آپ صاحبان نے سنا کہ حضرت عبد الرحمن

بابا رحمہ اللہ اپنی قبر مبارک میں تین سو سولہ سال بعد ان کا بدن بالکل صحیح سالم تھا اور ان کے جسم کو مٹی نے نہیں کھایا، حالانکہ وہ نبی نہیں تھے، بلکہ امتی اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے، تو انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی شان تو بہت اونچی ہے۔

قبور میں حیاتِ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام :

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! تمام اہل السنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام قبر اور برزخ میں زندہ ہیں اور ان کی زندگی حضرات شہداء رحمہم اللہ کی زندگی سے بھی اعلیٰ اور ارفع ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات قرآن کریم کی روشنی میں:

ارشاد فرمایا کہ: قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر حیات الانبیاء علیہم السلام کا ثبوت اشارۃً، دلالۃً ور اقتضاءً ملتا ہے، ہم ان میں سے صرف چند آیتوں کا ذکر کرتے ہیں:

1. "وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ"۔

(الم سجدۃ:۲۳)

ترجمہ: "اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی، سو آپ اس کے ملنے میں شک نہ کیجئے!" اس آیت کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ معراج کی رات ان سے کئی بار ملے تھے اور ملاقات بغیر حیات کے ممکن نہیں، لہٰذا اس آیت میں اقتضاء النص سے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت ہوتا ہے ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! اصولِ فقہ کا مشہور مسئلہ ہے، جو کہ اصولِ فقہ کی بڑی بڑی کتابوں میں موجود ہے کہ جو حکم اقتضاء النص سے ثابت ہوتا ہے وہ بحالت انفراد، قوت واستدلال میں عبارت النص کے مثل ہوتا ہے۔

تفسیر روح المعانی: ارشاد فرمایا کہ: علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ اپنی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے روح المعانی کو کھول کر عربی عبارت پڑھی، پھر اس

کا ترجمہ کیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ معراج کی رات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی، جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں ہے اور اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور سلف کی ایک جماعت سے بھی منقول ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو آپ اس کے ملنے کی" ایک جماعت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا وعدہ فرمایا۔ اس اعتبار سے یہ آیت واقعہ معراج سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

2. "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ أَمْوَاتٌ، بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ"۔

(البقرة:۱۵۴)

ترجمہ: "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں، ان کی نسبت یوں نہ کہو کہ وہ مردے ہیں، بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں، لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے"۔

3. "بَلْ أَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ، فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ"

(آل عمران:۱۶۹،۱۷۰)

ترجمہ: "بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے مقرب ہیں، ان کو رزق بھی ملتا ہے، وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے"۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ: ارشاد فرمایا کہ ان دو آیتوں کے متعلق علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ: جب نقل کے اعتبار سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ شہداء زندہ ہیں، تو عقل کے اعتبار سے بھی یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام تو شہداء سے ہر حال میں افضل ہیں، اس لئے آیت سے ان کی حیات بطریقِ اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! آپ صاحبان غور فرمائیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کس قدر قوت کے ساتھ آیت کریمہ سے بدلالۃ النص، بلکہ بدرجہ اولویت حیات الانبیاء علیہم السلام کو ثابت کرتے ہیں۔

4. ”فَلَمَّا قَضَيۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَوۡتَ مَا دَلَّهُمۡ عَلٰى مَوۡتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الۡاَرۡضِ تَاۡكُلُ مِنۡسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الۡجِنُّ...

(سباء:۱۴)

ترجمہ: ”پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا، مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عصا کو کھاتا تھا، سو جب وہ گر پڑے، تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی۔

ارشاد فرمایا کہ: اس آیت سے بھی بطریقِ دلالۃ النص حیات الانبیاء علیہم السلام کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ جب کیڑوں نے مضبوط اور سخت ترین عصائے سلیمانی کو کھالیا تو جسم عنصری کا کھانا تو اس سے کہیں زیادہ آسان اور سہل تھا، مگر اس کے باوجود جسم کا ٹکا رہنا، بلکہ محفوظ ہونا حیات کی صریح دلیل ہے۔

ارشاد فرمایا کہ: یہاں یہ نقطہ بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسدِ اطہر کے زمین پر آجانے کو ” خر “ کے لفظ کے ساتھ تعبیر فرمایا مگر اس کو ” سقط “ سے تعبیر نہیں فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ”خر “ کا لفظ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں جہاں کہیں بھی ذکر ہوا ہے تو وہ زندہ انسان کے جھک جانے یا گر جانے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

5. وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا۔

(النساء:۶۴)

ترجمہ: ”اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے، اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا، رحمت کرنے والا پاتے۔“

ارشاد فرمایا: حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے مولانا زین العابدین رحمہ اللہ سے فرمایا کہ مولوی صاحب! سامنے الماری سے تفسیر ابن کثیر پہلی جلد اٹھا کر لاؤ! مولانا نے تفسیر ابن کثیر کی پہلی جلد لا کر حضرت کے سامنے رکھ دی تو حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے کھول کر فرمایا کہ: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں، پھر حضرت نے پہلے عربی عبارت پڑھی، پھر ترجمہ کیا کہ: ایک جماعت نے عتبی رحمہ اللہ سے یہ مشہور حکایت نقل کی ہے، جس جماعت میں شیخ ابو منصور الصباغ رحمہ اللہ بھی ہیں، یہ واقعہ انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں بیان کیا ہے۔ عتبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا: السلام علیك یا رسول الله! میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے "اور اگر بیشک وہ لوگ جب کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، تیرے پاس آتے، پس وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور ان کے لئے رسول بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے"۔ اس لئے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش پیش کرنے آیا ہوں اور یہ شعر پڑھا:

نَفۡسِیۡ الۡفِدَاءُ لِقَبۡرٍ أَنۡتَ سَاکِنُه فِیۡهِ الۡعَفَافُ وَفِیۡهِ الۡجُوۡدُ وَالۡكَرَم

ترجمہ: میری جان اس قبر پر قربان ہو جائے، جس میں آپ آرام فرما ہیں کہ اس میں پاکدامنی ہے اور اس میں سخاوت اور بخشش ہے اس کے بعد وہ دیہاتی مسلمان چلا گیا۔ عتبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ لگ گئی تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے عتبی! اس اعرابی کو جا کر بشارت دے دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے تین روز بعد ایک دیہاتی نے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر اس آیتِ کریمہ

کے حوالہ سے مغفرت طلب کی۔ روایت میں ہے کہ قبر مبارک سے آواز آئی: إنه قد غفر لك بیشک تیری مغفرت کر دی گئی۔

ارشاد فرمایا کہ: میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کے مطابق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس عالم دنیا کی حیاتِ ظاہری ختم ہونے کے بعد بھی حاضری دینے والے امتی کو السلام علیکم کے جواب سے نوازتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کا پیغام پہنچانے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ یہ بھی آپ کی حیات جاودانی اور اسی مدینہ منورہ والی قبر میں حیات پر قرآنی دلیل اور واضح ثبوت ہے۔

حدیث کی روشنی میں حیات الانبیاء علیہم السلام:

ارشاد فرمایا کہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں: "الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون"۔ ارشاد فرمایا کہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھاہے کہ: اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میرا معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا تو وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس حدیث کو روایت کیاہے امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں۔

ارشاد فرمایا کہ میرے عزیزو! تمام اکابرین اور ہمارے اساتذہ کرام رحمہم اللہ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء رحمہم اللہ کی قبر کی حیات ان کی دنیاوی حیات کی مانند ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے، کیونکہ نماز پڑھنا زندہ جسم کا تقاضا کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ہمارے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ مکتوبات

شریف میں فرماتے ہیں (حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے مکتوبات شریف کھول کر پہلے خود فارسی عبارت پڑھی، پھر اس کا ترجمہ کیا) چھوٹا برزخ (یعنی قبر) جب ایک وجہ سے دنیوی جگہوں میں سے ہے تو یہ ترقی کی گنجائش رکھتا ہے اور مختلف اشخاص کے اعتبار سے اس جگہ کے حالات خاصے متفاوت ہیں۔ آپ نے یہ تو سنا ہی ہوگا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ: مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "من صلی علیَّ عند قبری سمعته ومن صلی علیَّ نائیاً ابلغته"۔ کہ جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھا، میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود وسلام پڑھتا ہے، وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

ارشاد فرمایا کہ: حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقات میں فرماتے ہیں کہ: "جس شخص نے مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں خود اس کو سنتا ہوں، یعنی حقیقی طور پر فرشتوں کے توسط کے بغیر خود سنتا ہوں" اور ہم نے بھی اپنے حاشیہ مشکوٰۃ میں صاف طور پر لکھ دیا ہے "سمعته" کی شرح میں کہ "سمعاً حقیقةً بلاواسطةٍ" اور لفظ "نائیاً" کی شرح میں "ای بعیداً" ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنے استاد شیخ المشائخ حضرت مولانا قاضی قمر الدین چکڑالوی رحمہ اللہ سے سنا تھا کہ ہم نے استاد الکل، شیخ المشائخ، حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ سے بخاری شریف پڑھتے وقت سنا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ: بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی، بلکہ دوامی حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور باقی انبیائے کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی مشکوٰۃ کی شرح "أشعّة اللمعات" میں اس حدیث مبارک کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

مبارک انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات سے کنایہ ہے، اس لئے کہ:"والمذهب أن الأنبياء أحياء حيوة حقيقية دنياوية" اور صحیح مذہب یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں، حقیقت دنیاوی زندگی کے ساتھ" ارشاد فرمایا کہ میرے عزیزو! جب یہ روایت اپنے بڑے بڑے محدثین عظام اور ائمہ حدیث کے ہاں بالکل صحیح ہے، تو اب اس کو صحیح نہ کہنا دانشمندی نہیں ہے

منکرین حیات کا حکم:

ارشاد فرمایا کہ: عزیزو! قرآن وسنت اور اکابر علمائے امت کی تصریحات کی روشنی میں یہ عقیدہ اہلِ سنت والجماعت کا بنیادی عقیدہ ہے اور یہی اہلِ حق کا عقیدہ ہے، پس جو لوگ اس مسئلے کا انکار کرتے ہیں، میں ان کو اہلِ حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ تمام اکابرین کے نزدیک گمراہ ہیں، ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔

ایک مولانا صاحب نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! قصیدہ بردہ کے پڑھنے کی اجازت عنایت فرمائیں۔

ارشاد فرمایا کہ: قصیدہ بردہ کے مصنف کا نام حضرت محمد بن سعید بوصیری رحمہ اللہ ہے، اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بہت سارے قصائد لکھے ہیں، جس وقت انہوں نے یہ قصیدہ لکھا تو اس وقت ان پر فالج کا حملہ ہوا تھا، جس نے ان کے بدن کے نچلے حصے کو بالکل شل کر دیا تھا اور یہ سخت معذور اور لاچار ہو گئے تھے، جب انہوں نے یہ قصیدہ لکھا تو اپنے متعلقین سے فرمایا کہ مجھے مدینہ منورہ لے چلو، متعلقین نے آپ کو چارپائی پر ڈالا اور مدینہ منورہ لے چلے، جب مدینہ منورہ پہنچے، اپنے دوستوں سے فرمایا کہ مجھے روضۂ اقدس کے سامنے اپنے محبوب کے قدموں میں زمین پر لٹا دو اور آپ سب چلے جاؤ، انہوں نے آپ کو زمین پر لٹا دیا اور خود دور جا کر بیٹھ گئے، تو آپ نے نہایت ادب واحترام کے ساتھ قصیدہ زبانی سنانا شروع

کیا، آپ اس شعر پر پہنچے کہ "فمبلغ العلم فیه أنه بشر" تو دوسرا بیت آپ بھول گئے تو روضۂ مبارک سے آواز آئی۔ "وأنه خیر خلق الله کلهم"۔ اتنے میں جب آپ نے قصیدہ سنایا تو آپ پر نیم خوابی کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ نے دیکھا کہ سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے بدن پر ایک چادر ڈال دی، جب آپ نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہی چادر آپ کے بدن پر پڑی تھی اور آپ کا بدن بالکل صحیح تھا اور آپ بالکل تندرست تھے۔ جب آپ کے متعلقین نے آپ کو بالکل تندرست پایا تو حیران ہوگئے، پھر آپ اپنے وطن آگئے اور صبح کو جب گھر سے نکلے تو ایک مجذوب قسم کے بزرگ نے آپ سے کہا کہ میں آپ سے اس قصیدہ کو سننا چاہتا ہوں، جو آپ نے سرورِ کائنات اکی مدح وتعریف میں لکھا ہے، تو آپ نے اس سے کہا کہ میں نے تو بہت سے قصائد لکھے ہیں، آپ کون سے قصیدہ کے متعلق فرماتے ہیں؟ اس پر اس بزرگ نے فرمایا کہ وہ قصیدہ جس کا ابتدائی شعر یہ ہے۔ امن تذ کر جیران بذی سلم آپ کو یہ بات سن کر بہت تعجب ہوا، اس لئے کہ آپ نے ابھی تک کسی کو یہ قصیدہ نہیں سنایا تھا تو آپ نے اس بزرگ سے فرمایا کہ اس قصیدہ کا علم آپ کو کس طرح ہوا؟ تو اس بزرگ نے کہا کہ جب آپ قصیدہ کو سرکار دوعالم اکے دربار میں پڑھ رہے تھے تو میں موجود تھا، اس وقت میں نے سنا اور میں نے دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرسبز ٹہنی کی طرح جھوم رہے تھے۔

ارشاد فرمایا کہ: ان جیسے واقعات پر تعجب نہیں کرنا چاہئے یہ اور قسم کی باتیں ہیں، یہ ان خشک مزاج قسم کے مولویوں کی سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ پھر اس مولوی صاحب اور مجلس میں موجود تمام علمائے کرام کو قصیدہ بردہ کی اجازت عنایت فرمائی۔ (بندہ اپنے بیٹے نور چشمی مفتی محمد قاسم سلمہ کو اس قصیدہ کی عام اجازت دیتا ہے) پھر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے دعا فرمائی اور مجلس ختم کی اور فرمایا کہ تہجد کے لئے وضو بنالو۔ (بشکریہ ماہنامہ بینات کراچی، فروری 2012)